اسلام میں ٹیکسوں کی شرعی حیثیت

(ایک تجزیاتی مطالعہ)

محمد شہباز منج: محمد جمیل احمد

موجودہ دور میں ریاستوں کے نظام اور ان کی ترقی وخوشحالی میں معیشت کا کردار نہایت ہی بنیادی ہے۔جس ریاست کی معیشت مضبوط نہیں وہ کسی میدان میں مشکل ہی کوئی کامیابی حاصل کرسکتی ہے۔معیشت کی مضبوطی ریاست کی خاطر خواہ آمدنی پر منحصر ہے'ریاست کی آمدنی کا ایک نہایت اہم ذریعہ ٹیکس یا محصولات ہیں۔ٹیکسوں کا نظام کوئی نئی چیز نہیں۔یہ عرصہ قدیم سے رائج چلا آرہا ہے۔قدیم یونان اور روم میں زیر استعمال اشیا پر ٹیکس عائد کیا گیا۔درآمدی ٹیکس کو ملکی مصنوعات پر حاصل ہونے والے ٹیکس سے زیادہ اہمیت دی جاتی تھی۔ہنگامی حالات میں جائیداد پر بھی عارضی ٹیکس لگایا جاتا تھا۔اسلام جس قسم کی ریاست تشکیل دیتا ہے'اس میں شہریوں کی بنیادی معاشی ضروریات کی فراہمی کا ایک لازمی فریضہ ٹھہرتی ہے۔گویا معاشی تناظر میں جدید فلاحی ریاست جس چیز کی ذمہ دار ہے' اسلامی ریاست بدرجہ اولی اس کی ذمہ دار ہے۔اس لحاظ سے اسلامی ریاست جدید فلاحی ریاست سے زیادہ فلاحی ہے۔چنانچہ اسلامی ریاست نے بھی اپنے ذرائع آمدن پر بھرپور توجہ دی ہے۔اسلامی ریاست کے ذرائع آمدن میں بھی محصولات یا اس نوعیت کی سرکاری وصولیاں ہمیشہ سے نہ صرف ضروری سمجھی گئی ہیں' بلکہ اس حوالے سے باقاعدہ قانون سازی کی گئی ہے۔

اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں کہ اسلام سے قبل رعایا محصولات کے بھاری بوجھ تلے دبی ہوئی تھی۔اسلام نے انہیں اس مصیبت سے نجات دلائی اور محصولات کا انتہائی سادہ' آسان اور عام فہم نظام متعارف کروایا۔اسلامی معاشیات میں محصول وصول کرنے کا مقصد صرف حکومتی اخراجات کی تکمیل نہیں بلکہ غریبوں' بے روزگاروں' اپاہجوں اور مقروضوں وغیرہ کی دستگیری بھی ہے۔

ذیل کی سطور میں مقصود اس بات کا جائزہ ہے کہ اسلامی ریاست کا نظام محصولات کیا اور کس نوعیت کا ہے؟ کتاب وسنت' صحابہ' تابعین اور متقدمین ومتاخرین علما کی فکر اور ان کا عمل اس ضمن میں کیا رہا ہے؟ کیا اسلامی ریاست زکوۃ کے علاوہ کوئی ٹیکس عائد کرنے کا حق رکھتی ہے؟ نیز یہ کہ آج

☆الكون بنيى على النظام فعليك بالترتيب فى ملبسك وبيتك ومكتبك وواجبك.☆

کے دور میں ٹیکس کے حوالے سے ایک اسلامی ریاست کا رویہ اور لائحہ عمل کیا ہونا چاہیے اور یہ چیز کس طرح ایک جدید فلاحی اسلامی ریاست کے خواب کو شرمندہ تعبیر کرنے میں مددگار ہوسکتی ہے؟

محصول/ٹیکس کا مفہوم:

زیرِنظر موضوع پر گفتگو کے ضمن میں مختصرا یہ جاننا ضروری ہے کہ ٹیکس سے مراد یا اس کا مفہوم ومطلب کیا ہے؟ اس حوالے سے جب ہم ماہرین کی طرف رجوع کرتے ہیں تو ہمیں اس کی متعدد تعریفات ملتی ہیں انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا کا مقالہ نگار ٹیکس کو compulsory levies for general governmental purposes(1) سے تعبیر کرتا ہے۔ انسائیکلوپیڈیا آف سوشل سائنسز میں ٹیکسیشن کی تعریف ان الفاظ میں کی گئی ہے:

taxation is a general concept for devices used by governments to extract mony on other valuable things from people and organization by uses of law.(2)

پروفیسر ڈالٹن کے مطابق:

''محصول وہ لازمی مطالبہ ہے جو حکومت کی جانب سے رعیت پر عائد کیا جاتا ہے''۔(۳)

اصطلاح میں ٹیکس کا اطلاق اس رقم پر ہوتا ہے جو حکومت ملکی ضروریات کے لیے مختلف شکلوں میں لوگوں سے وصول کرتی ہے۔ اگر رعایا مقررہ وقت پر ٹیکس ادا نہ کرے تو حکومت اس کے خلاف قانونی کارروائی کرتی ہے۔(۴)

قرآن حکیم اور محاصل:

اسلامی ریاست کی اجتماعی فلاحی سکیموں اور منصوبوں کے لئے اسلام کے مالیاتی نظام میں دس بارہ ذرائع آمدن رائج رہے ہیں۔ اسلامی ریاست ان ذرائع کے علاوہ جو ہنگامی ٹیکس عائد کرتی ہے فقہائے کرام نے ان ٹیکسوں کو ضرائب ونوائب کا نام دیا ہے۔ اور ضرائب ونوائب کا ثبوت متعدد آیات قرآنی سے ملتا ہے۔ چند آیات ملاحظہ ہوں:

فات ذاالقربی حقه والمسکین وابن السبیل (الروم۳۰:۳۸)

''اور قرابت داروں اور مسکین اور مسافر کے تم پر جو حق واجب ہیں وہ ادا کرو''۔

وفی اموالھم حق للسآئل والمحروم (الذاریات۱۹:۵۱)

''اوران کے مالوں میں مانگنے والوں اورتنگ دستوں کا حق ہے۔''

ویسئلونک ماذا ینفقون قل العفو (البقرہ:۲:۲۱۹)

''اوروہ آپ سے دریافت کرتے ہیں کہ کیا خرچ کریں آپ کہہ دیجیے: جوضرورت سے زائد ہو۔''

سورۃ البقرہ کی اس آیت کے ضمن میں ڈاکٹر محمد محمود حجازی (۵) لکھتے ہیں:

''ایک عادل مسلمان حکمران ملک کے مالدار مسلمان پرزکوۃ کے علاوہ مالی ذمہ داری عائد کرسکتا ہے۔''(۶)

امام فخر الدین رازی (۷) اپنی تفسیر مفاتیح الغیب میں اس ضمن میں رقمطراز ہیں:

''مالدار لوگوں پرمحتاجوں کی ضروریات کے لئے خرچ کرنا واجب ہے اگرچہ وہ زکوۃ ادا کر چکے ہوں اگر وہ مالدار ایسا نہ کریں تو ان سے زبردستی لینا واجب ہے۔''(۸)

امام قرطبی (۹) اپنی تفسیر میں سورۃ البقرہ کی آیت ۱۷۷ کے ضمن میں لکھتے ہیں:

''مسلمانوں کو مالی ضرورت درپیش ہوتو زکوۃ کے علاوہ بھی ان پرخرچ کرنا واجب ہے۔''(۱۰)

محاصل اوراحادیث وآثار:

محاصل یا ہنگامی ٹیکسوں کے حوالے سے جن احادیث وآثار سے استدلال کیا جاتا ہے'ان میں سے بعض یہ ہیں:

''حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ تیرے مال میں زکوۃ کے علاوہ بھی حقوق ہیں۔''(۱۱)

فاطمہ بنت قیسؓ کہتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

''بے شک تمہارے مالوں میں زکوۃ کے علاوہ بھی حقوق ہیں۔''(۱۲)

حضرت ابوسعید خدری فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے مختلف اموال کا ذکر فرمایا۔ یہاں تک کہ ہم سمجھنے لگے کہ ہم میں سے کسی کا ضرورت سے زائد مال میں کچھ حصہ نہیں۔(۱۳)

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ بلاشبہ اللہ تعالی نے اغنیا کے مالوں میں اس قدر فرض کردیا ہے جوان کے فقرا کی کفالت کرسکے پس اگر فقراء بھوکے یا ننگے یا خستہ حال ہوں تو اس کا سبب یہی ہے کہ اغنیا اپنے فرض کی ادائیگی میں کوتاہی برت رہے ہیں۔(۱۴)

☆البس وسطا ولا لباس المترفین ولا لباس البائسین ولا تشہر نفسک بلباس ولکن کعامۃ الناس.☆

حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''قیامت کے روز بہت سے مالدار غریبوں کی وجہ سے مصیبت میں پڑ جائیں گے۔ یہ غریب لوگ اللہ کے دربار میں فریاد کریں گے: اے ہمارے رب مالدار لوگوں نے ہمارے وہ حقوق ادا نہیں جو ان کے ذمہ تھے۔''(۱۵)

حضرت علیؓ سے منقول ہے کہ اس وقت دنیا میں جو افلاس اور بھوک کی لعنت ہے وہ اسی وجہ سے ہے مالدار لوگ اپنی مالی ذمہ داریاں پوری نہیں کرتے' حالانکہ مالدار لوگوں کا مذہبی اور اخلاقی فرض ہے کہ وہ ضرورت مندوں کی حاجات پوری کریں۔(۱۶)

اسلامی نظام محاصل کا تاریخی پس منظر:

اسلامی ریاست کے نظام محاصل کا پس منظر جاننے کے لیے حسب ذیل ادوار کے نظام ہائے محاصل سے متعلق معلومات کا حصول ناگزیر ہے:

ا۔دور رسالت مآب ﷺ کا نظام محاصل:

نبی کریم ﷺ نے اپنی بعثت کے بعد بیک جنبش قلم تمام ظالمانہ نظاموں کا خاتمہ کر کے ان کی جگہ اسلام کا عادلانہ اور منصفانہ اقتصادی نظام رائج فرمایا' اور رعایا کے ساتھ ہونے والے ہر قسم کے معاشی' معاشرتی اور سیاسی جبر کا خاتمہ فرمادیا۔ جب فتوحات اسلامی کا سلسلہ وسیع ہوا اور کثیر تعداد میں مال غنیمت حاصل ہوا تو اسلام کے نظام مالیات اور نظام محاصل کی بنیاد پڑی۔

اسلامی ریاست میں سرکاری خزانہ کو بیت المال کا نام دیا جاتا ہے۔ بیت المال کی بنیاد حضور ﷺ کے مبارک ہاتھوں سے پڑی۔ مختلف ذرائع سے جو دولت بیت المال میں آتی تھی وہ فوراً مستحقین میں تقسیم کردی جاتی تھی۔ اس میں جزیہ' خراج' فے' مال غنیمت' زکوۃ' عشر وغیرہ کی آمدنی شامل ہوتی تھی۔

ڈاکٹر حمید اللہ (۱۷) کے بقول:

''حکومت کی آمدنی کی نگہداشت بھی ضروری تھی اور یہ کام حضرت بلالؓ کے سپرد تھا جو موذن بھی تھے اور وزیر خزانہ بھی۔''(۱۸)

نبی کریم ﷺ کے عہد مبارک میں اسلامی ریاست کے ذرائع آمدن میں زکوۃ' عشر' جزیہ' خراج' فے' مال غنیمت' اوقاف' صدقات نافلہ' قروض حسنہ اور اموال فاضلہ وغیرہ شامل تھے۔

٢۔خلفائے راشدین کے عہد میں نظام محاصل:

خلفائے راشدین کے دور میں وہی نظام محاصل رائج رہا جو آنحضرت ﷺ کے عہد مبارک میں رائج تھا۔تاہم اسلامی حکومت کی سرحدیں وسیع وعریض ہو چکی تھیں اور اسلامی ریاست کے ذرائع آمدن کئی گنا بڑھ گئے تھے۔امام ابو یوسفؒ(١٩) مطابق حضرت ابو بکر صدیقؓ کے عہد میں پہلے سال مال کی تقسیم میں ہر شخص کو سات درہم جب کہ دوسرے سال فی کس بیس درہم حصہ ملا۔(٢٠) حضرت عمرؓ کے عہد میں جب عراق فتح ہوا تو آپ نے مفتوحہ زمین مجاہدین میں تقسیم کرنے کی بجائے بیت المال کی ملکیت قرار دے کر سابقہ کاشتکاروں کے پاس رکھ کر ان پر خراج عائد کر دیا۔(٢١) حضرت عمرؓ نے تجارتی گھوڑوں پر زکوۃ مقرر کی۔نیز جو تاجر دوسرے ممالک سے آتے انپ پر عشور عائد کیا۔اس کی شرح دارالحرب کے تاجروں کے لیے ١٠فی صد ذمیوں کے لیے ٥ فیصد اور مسلمانوں کے لیے اڑھائی فیصد تھی۔٢٠٠ درہم قیمت سے کم مال پر عشور معاف تھا۔(٢٢) حضرت عمرؓ کے دور میں ١٥ ہجری میں جب بحرین کا خراج ٥ لاکھ درہم آیا تو آپ نے بیت المال کی باقاعدہ بنیاد رکھی اور عبداللہ بن ارقم کو اس کا نگران بنایا۔(٢٣)

٣۔عہد بنو امیہ کا نظام محاصل:

امویوں میں سے خلیفہ عبدالملک بن مروان نے کچھ مالی اصلاحات کرنے کی کوشش کی ۔(٢٤) عبدالملک بن مروان نے الجزیرہ کے علاقہ کے لوگوں کی آمدنی اور اخراجات کی تفصیلات معلوم کیں اور ان پر ان کی سالانہ بچت کے برابر سالانہ محصول عائد کیا جو کہ چار دینار بنتا تھا۔(٢٥) حضرت عمر بن عبدالعزیز سے قبل کے خلفائے بنو امیہ نے عوام پر بے رحمانہ ٹیکس عائد کئے اور بیت المال کی رقم کو ذاتی اخراجات کے لئے استعمال کیا۔مولانا مودودی (٢٦) نے لکھا ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے اپنے ایک فرمان میں ان ناجائز ٹیکسوں کی تفصیل دی ہے۔(٢٧) اموری دور میں جن علاقوں میں خوارج کو غلبہ حاصل تھا وہ رعایا سے زبردستی زکوۃ وعشر اور دیگر محاصل وصول کر لیتے تھے۔علما نے اس وقت یہ فتوی دیا کہ حکومت دوبارہ رعایا سے محاصل وصول نہیں کر سکتی ؛ریاست کو محاصل وصول کرنے کا حق تب ہے جب وہ رعیت کی حفاظت کرے۔(٢٨)

☆سافر احیانا لتجدد حیاتک وتطالع عوالم اخری وتتشاهد معالم جدیدة وبلدانا اخری ففی السفر متعة.☆

۴۔عہد بنو عباس کا نظام محاصل:

۱۳۲ھ میں خلافت بنوامیہ سے بنوعباس کو منتقل ہوئی۔خلافت عباسیہ میں بھی سابقہ نوعیت کا نظام محاصل رائج رہا۔حکومت کی آمدنی کا اہم ذریعہ زکوۃ،عشر،خراج،جزیہ وغیرہ تھے۔ابوجعفر منصور نے کچھ مالی اصلاحات کیں۔حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے بعد کچھ لوگوں نے سرکاری زمینیں پھر ذاتی ملکیت میں لے لیں تو خلیفہ منصور نے یہ زمینیں دوبارہ سرکاری ملکیت میں دے دیں۔(۲۹) خلیفہ منصور کے بیٹے المھدی نے نظام خراج میں کئی بنیادی تبدیلیاں کیں۔اس نے خراج بالمساحۃ کی بجائے خراج بالمقاسمہ رائج کیا اور اس کی نئی شرحیں مقرر کیں۔(۳۰) مھدی کے بعد ہارون الرشید خلیفہ بنا تو امام ابویوسف سے محصولات کی شرح کے متعلق رائے طلب کی۔آپ نے پوری کتاب ''کتاب الخراج'' لکھ کر پیش کر دی،خلیفہ نے ان تمام سفارشات کو نافذ کر دیا۔(۳۱)

زکوۃ کے علاوہ دیگر ٹیکسوں کے جواز اور عدم جواز کی بحث:

ٹیکس کے جواز اور عدم جواز کے متعلق علمائے اسلام اور محققین کے دو گروہ ہیں۔علما کا ایک گروہ زکوۃ وعشر کے علاوہ اسلامی ریاست کو ضرورت پڑنے پر محصول وصول کرنے کا اختیار دیتا ہے۔جب کہ علماء کا دوسرا طبقہ زکوۃ،عشر کے علاوہ کسی اور ٹیکس کے جواز کا قائل نہیں اور ٹیکسوں کو خلاف شرع تصور کرتا ہے۔ذیل میں ہم ان دونوں مکاتب فکر کے علما کی آرا کا مطالعہ وتجزیہ پیش کریں گے۔

ٹیکس کے عدم جواز کے قائل علما کا نقطہ نظر:

بعض محققین اور علمائے کرام زکوۃ وعشر کے علاوہ دیگر محصولات،جو حکومت کی طرف سے عائد کیے جاتے ہیں،کو غیر شرعی تصور کرتے ہیں۔یہ اپنے موقف کے حق میں مختلف احادیث سے استدلال کرتے ہیں۔مثلاً ایک حدیث میں ہے:

اذا ادیت زکوۃ مالک فقد قضیت ما علیک (۳۲)

''جب تو نے اپنے مال کی زکوۃ ادا کر دی تو جو تجھ پر فرض تھا تو نے پورا کر دیا۔''

امام ترمذی نے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے زکوۃ کا ذکر فرمایا تو ایک شخص نے عرض کیا: **ھل علی غیرھا** ''کیا مجھ پر اس کے علاوہ بھی کچھ فرض ہے۔'' آپ ﷺ نے فرمایا: **لا الا ان تطوع** (۳۳) ''نہیں،سوائے اس کے کہ تو رضا کارانہ طور پر دینا چاہیے۔'' ایک اور جگہ ارشاد ہے:

لیس فی المال حق سوی الزکوۃ (۳۴)

''مال میں زکوۃ کے علاوہ کچھ اور فرض نہیں۔''

ٹیکس کے عدمِ جواز کے قائل اہل علم میں الماوردی شعرانی اورشوکانی وغیرہ ایسے بڑے بڑے صاحب علم شامل ہیں۔ماوردی متذکرہ صدر حدیث سے استدلال کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

لایجب علی المسلم فی مالہ حق سواھا (۳۵)

''مسلمان کے مال میں زکوۃ کے علاوہ کوئی مالی حق فرض نہیں۔''

امامِ شعرانی کا کہنا ہے:

''علمائے اسلام کا اس امر پر اجماع ہے کہ مال میں زکوۃ کے علاوہ کوئی ٹیکس نہیں۔''(۳۶)

علامہ شوکانی لکھتے ہیں:لیس علیھم غیر الزکوۃ من الضرائب والمکس ونحوھا (۳۷)

''ان پر زکوۃ کے علاوہ کوئی اور ٹیکس اور اس کی مثل واجب نہیں۔''

ٹیکس کے عدمِ جواز کے قائلین نے قائلین جواز کے استدلات کی تردید بھی کی ہے۔مثلاً جواز کے قائل علما اپنے موقف کے حق میں ایک روایت یہ پیش کرتے ہیں:ان فی المال حق سوی الزکوۃ(۳۸)''مال میں زکوۃ کے علاوہ بھی حق ہے۔''لیکن قائلین عدم جواز اس روایت کو ضعیف قرار دیتے ہوئے رد کرتے ہیں۔مثال کے طور مولانا فضل الرحمٰن نے لکھا ہے:

''امام ترمذی نے خود ہی فیصلہ کر دیا ہے کہ''مال میں زکوۃ کے علاوہ اور بھی حق ہے۔''والی روایت کی سند درست نہیں کیونکہ اسکے راوی ابوحمزہ میمون الاعور کو ضعیف کہا گیا ہے۔امام احمد نے ابوحمزہ میمون کے بارے میں کہا ہے کہ وہ متروک الحدیث ہے۔امام دارقطنی اور امامِ بخاری نے بھی اسے ضعیف کہا ہے۔''(۳۹)

علامہ ابوبکر ابن العربی نے احکام القرآن میں اس موضوع پر بحث کرتے ہوئے تحریر کیا ہے:

یحتج بحدیث یروی عن فاطمۃ بنت قیس ان النبی ﷺ قال فی المال حق سوی الزکوۃ وھذا ضعیف لایثبت عن الشعبی ولاعن النبی ﷺ ولیس فی المال حق سوی الزکوۃ.(۴۰)

''اور اس بارے میں حضرت فاطمہ بنت قیس کی اس حدیث سے دلیل لائی جاتی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:''مال میں زکوۃ کے علاوہ بھی حق ہے۔''لیکن یہ حدیث ضعیف ہے۔نہ شعبی سے

اور نہ ہی رسول اللہ ﷺ سے اس کا کوئی ثبوت ملتا ہے اور صحیح یہ ہے کہ مال میں زکوۃ کے علاوہ کوئی ٹیکس نہیں۔"

علامہ علاؤالدین علی المتقی بن حسام الدین الہندی (المتوفی ۹۷۰ھ) نے نقل کیا ہے:

ان تمام اسلامکم وان تؤدوا زکوۃ اموالکم . (۴۱)

"تمہارا اسلام کو پورا کرنا یہ ہے کہ تم اپنے مالوں کی زکوۃ ادا کرو۔"

یعنی زکوۃ کی ادائیگی کے بعد ایک مسلمان مالی فریضہ سے بری الذمہ ہو جاتا ہے۔اس پر کوئی مزید مالی فریضہ واجب نہیں رہتا۔علامہ سرخسی کا موقف ہے:

"یہ حکم تو اس زمانہ کے لئے تھا کیونکہ اس وقت مصیبت اور جہاد میں اعانت ہوا کرتی تھی اور ہمارے زمانے میں تو اکثر ٹیکس ظلم سے لئے جاتے ہیں۔پس جس شخص کے لئے ممکن ہو اپنی ذات سے ظلم کو دور کرے تو وہ اس کے حق میں بہتر ہے۔" (۴۲)

علامہ سرخسی نے نہ صرف محاصل کو ظلم قرار دیا ہے بلکہ مسلمانوں کو ابھارا ہے کہ وہ خود بھی محصولات ادا نہ کریں، اور جو ظلم کا علانیہ مقابلہ کر سکتے ہوں انہیں چاہیے کہ ان جانبازوں کا ساتھ دیں اور ان کی مالی مدد کریں، جو ظالم حکمرانوں کا مقابلہ کر رہے ہوں۔(۴۳)

امام غزالی لکھتے ہیں:

"اگر یہ پوچھا جائے کہ خراجی زمینوں پر مزید محاصل عائد کرنا مصالح کے تحت آتا ہے تو ہم یہ جواب دیں گے کہ جب لشکر کے پاس بکثرت مال موجود ہو تو ایسا کرنے کی گنجائش نہیں۔" (۴۴)

مولانا مودودیؒ لکھتے ہیں:

"اگر کوئی حاکم اپنی ذاتی عیاشیوں کے لئے لوگوں پر ٹیکس عائد کرتا ہے تو یہ ایک حرام فعل ہے اور عوام کو اس قسم کے ٹیکس ادا نہیں کرنے چاہئیں۔" (۴۵)

ٹیکس کے عدم جواز پر دیگر لوگوں نے بھی کافی کچھ تحریر کیا ہے۔(۴۶)

ٹیکس کے جواز کے قائل علما کا موقف:

اسلامی ریاست کا مقصود ایک ایسے فلاحی معاشرے کا قیام ہے جس میں تمام افراد کی ضروریات زندگی کی تکمیل ہو سکے۔ہر فرد کو لباس، خوراک اور رہائش کی سہولیات میسر ہوں، نیز مستحق افراد کی ضروریات کی

تکمیل معاشرہ کے مخیّر حضرات کی اجتماعی ذمہ داری بھی بنتی ہے۔سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر زکوۃ وعشر کی رقوم سے معاشرہ کے ضرورتمند افراد کی ضروریات کی تکمیل ممکن نہ ہوتو کیا اسلامی حکومت دیگر ٹیکس عائد کرسکتی ہے؟علما کی ایک جماعت اس نوعیت کے ٹیکسوں کو'ضرائب ونوائب'' کے ذیل میں لاتے ہوئے جائز قرار دیتی ہے۔ان کے مطابق ان کا ثبوت درج ذیل نصوص سے ملتا ہے:

فات ذاالقربی حقه والمسکین وابن السبیل (الروم۳۰:۳۸)

''اورقرابت والوں اورمسکین اورمسافر کے جوحق تم پرواجب ہیں وہ ادا کرو۔''

وفي اموالهم حق للسآئل والمحروم (الذاریات۵۱:۱۹)

''اوران کے مالوں میں مانگنے والوں اورتنگ دستوں کاحق ہے۔''

ویسئلونک ماذا ینفقون قل العفو (البقرہ۲:۲۱۹)

''اوروہ آپ ﷺ سے دریافت کرتے ہیں کہ کیاخرچ کریں؟آپ کہہ دیجیے :جوضرورت سے زائد ہو۔''

واتی المال علی حبه ذوی القربی والیتمی والمسکین وابن السبیل والسآئلین وفی الرقاب (البقرۃ۲:۱۷۷)

''اوراللہ تعالی کی محبت میں اپنا مال رشتہ داروں اوریتیموں اورمسکینوں اورراہ گیروں اورسوال کرنے والوں کواورگردنیں چھڑانے میں دیا۔''

والذین فی اموالهم حق معلوم .للسآئل والمحروم (المعارج ۷۰:۲۴،۲۵)

''اوروہ جن کے مال میں ایک معلوم حق ہےسوال کرنے والے اورمحروم کے لیے۔''

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ آنحضورﷺ نے ارشادفرمایا:

فی المالک حق سوی الزکوة.(۴۷)

''تیرے مال میں زکوۃ کےعلاوہ بھی حقوق ہیں۔''

ترمذی کی ایک روایت ہے:

ان فی المال حق سوی الزکوۃ .(۴۸)

''بے شک مال میں زکوۃ کےعلاوہ بھی حق (فرض) ہے۔''

حضرت علی بن ابی طالب سے منقول ہے:

☆احذر کلمة(سوف)وتاخیر الاعمال والتسویف باداء الواجب فان هذا اول الفشل والاخفاق .☆

ان اللہ تعالی فرض علی الاغنیاء فی اموالھم بقدر مایکفی فقرائھم فان جاء وااوعرواواجھدوافبمنع الاغنیاء (۴۹)

''بے شک اللہ تعالی نے اصحاب دولت پر اس قدر مال کی ادائیگی کوفرض قرار دیا ہے جوان کے فقرااور حاجت مندوں کی حاجت کوکفایت کر سکے' پس اگرلوگ بھوکے ننگے اور خستہ حال ہیں تواس کی وجہ یہی ہوگی کہ اصحاب دولت نے اپنا فرض ادانہیں کیا۔''

حضرت ابوسعید خدری سے روایت ہے کہ ایک سفر میں وہ نبی کریم ﷺ کے شریک سفر تھے'ایک آدمی اونٹنی پرسوار ہوکرآیا اور ادھرادھر دیکھنے لگا۔آپ ﷺ نے فرمایا جس آدمی کے پاس ضرورت سے زائد سواری ہووہ ایسے شخص کودے دے جس کے پاس سواری نہ ہواور جس کے پاس فاضل توشہ ہووہ اس آدمی کودے دے جس کے پاس توشہ نہ ہو۔آپ نے مختلف اموال کا ذکر کیا یہاں تک کہ ہم سمجھنے لگے کہ ہم میں سے کسی کا ضرورت سے زائد مال میں کچھ حصہ نہیں۔(۵۰)

حضرت ابوہریرہؓ اور بہت سے دیگر صحابہ کرام کا یہی نظریہ ہے کہ ہنگامی حالات میں اسلامی ریاست زکوۃ وعشر کے علاوہ دیگر محصولات عائد کرسکتی ہے۔فقہائے کرام میں سے عطابن ابی رباح'امام شعبی'طاؤس'حمادبن سلمہ'ابن حزم'امام ابویوسف'امام ابوعبیدالقاسم بن سلام کا بھی یہی مذہب ہے۔(۵۱)

اگر بیت المال خالی ہواور خزانہ میں روپیہ نہ ہویا مصارف کے مقابلہ میں آمدنی کم ہواور ساتھ ہی ہنگامی حادثے پیش آجائیں توامام مصلحت عامہ کی خاطر اہل مملکت پر ہنگامی محاصل عائد کرسکتا ہے۔حضرت عمرؓ نے صحابہ کرام کے مشورہ سے محصول درآمد اور جنگل میں چرنے والے گھوڑوں پر محصول زکوۃ عائد کیا تھا'اور آپ نے سمندر کی پیداوار عنبر پرخمس عائد کیا۔حضرت علیؓ نے جنگلات اور تالابوں کی مچھلیوں پر محصول عائد کیا۔(۵۲)

جنگ تبوک کے موقع پر جب زکوۃ وعشر عائد کیے جاچکے تھے'ناگہانی طور پررقم کی ضرورت پڑی آپ ﷺ نے مسلمانوں سے مزید رقم طلب فرمائی۔اس موقع پرحضرت عمرؓ نے گھر کا نصف سامان اور حضرت ابوبکرصدیقؓ نے گھر کا تمام اثاثہ پیش کیا۔

فقہاء کے مطابق مشترکہ نہر کھودنے کے لئے یاپہرہ دار کی اجرت وتنخواہ کے لئے یالشکرآراستہ کرنے

یا جنگی قیدیوں کو چھڑانے کے لئے یا اس کے سوا دیگر واقعی ضروری امور سے متعلق عائد کیے جانے والے ٹیکس بالاتفاق جائز ہیں۔(۵۳)

علامہ ابن ہمام کی رائے میں ایسے نئے محصول کی ادائیگی صاحب استطاعت مسلمان پر واجب ہے کیونکہ حاکم وقت کی اطاعت ایسے امر میں واجب ہے جس میں مسلمانوں کی بھلائی ہو۔(۵۴)

ابن حزم نے لکھا ہے کہ کفالت عامہ کے لئے اگر زکوۃ اور فے کی آمدنی کافی نہ ہو تو مالدار افراد پر مزید محاصل عائد کئے جائیں گے۔امام شاطبی نے مزید محاصل عائد کرنے کے مسئلہ پر تفصیل سے بحث کی ہے۔ان کا خیال ہے کہ بیت المال خالی ہے اور فوج کی ضروریات اتنی زیادہ ہیں کہ موجودہ مال اس کے لئے کافی نہیں تو امام کو اس بات کا اختیار حاصل ہے،بشرطیکہ وہ عادل ہو کہ مالدار لوگوں پر اتنے محاصل عائد کردے جن کی آمدنی اس وقت کی ضرورت کے لئے کافی ہو۔(۵۵)

ساتویں صدی ہجری میں اکابر علما نے جن میں ممتاز شافعی فقیہ عزالدین بن عبدالسلام بھی شامل تھے،یہ فتوی دیا کہ اگر بیت المال خالی ہو تو مزید محاصل عائد کر کے مال جمع کیا جاسکتا ہے۔امام **قرطبی کا کہنا ہے** کہ جب مسلمانوں پر زکوۃ ادا کر چکنے کے بعد کوئی ضرورت آن پڑے تو ان پر مزید مال صرف کرنا واجب ہے۔(۵۶)

امام مالکؒ کی رائے ہے کہ مسلمانوں پر واجب ہے کہ فدیہ ادا کر کے اپنے قیدیوں کو آزاد کرائیں،خواہ ایسا کرنے میں ان کا سارا مال خرچ ہو جائے۔(۵۷)

امام غزالی نے بھی ایک جگہ کچھ ایسے ہی خیالات کا اظہار کیا ہے۔انہوں نے لکھا ہے کہ جب لشکر کے پاس مال نہ ہو اور ملک کے عام خزانہ میں بھی اتنا مال نہ ہو جس سے لشکر والوں کی تنخواہوں اور دوسرے مصارف کو پورا کیا جاسکے تو امام کے لئے جائز ہے کہ مالداروں سے لشکر کی ضرورت کے مطابق مال محاصل کے ذریعہ وصول کرے۔(۵۸)

شمس الائمہ امام سرخسی نے ایک جگہ لکھا ہے:

''اگر بیت المال میں مال نہ ہو اور مسلمانوں کے دفاع کے لئے لشکر تیار کرنے اور اسے سامان جنگ فراہم کرنے کی ضرورت پیش آجائے تو امام کو اختیار ہے کہ اس مقصد کے لئے جتنے مال کی ضرورت

ہو وہ لوگوں پر محصول عائد کر کے وصول کرے۔(۵۹)

سید قطب لکھتے ہیں:

جب زکوۃ سے ریاست کی ضروریات پوری نہ ہوں تو حاکم کے ہاتھ بندھے ہوئے نہیں، بلکہ اسلام نے ایک امام عادل کو ملک کے سرمایہ داروں پر ٹیکس لگانے کے وسیع اختیارات دیئے ہیں، وہ ضرورت کے مطابق ملک کے مالداروں پر ٹیکس لگا سکتا ہے۔(۶۰)

شریعت میں کوئی ایسی ہدایت موجود نہیں جس سے یہ نتیجہ نکالا جائے کہ حکومت اجتماعی ضروریات کے لئے کوئی دوسرا ٹیکس نہیں لگا سکتی۔ضحاک بن مزاحم کے علاوہ کوئی اس بات کو تسلیم نہیں کرتا کہ زکوۃ نے ہر دوسرے حق کو منسوخ کر دیا۔(۶۱)

ٹیکس کے حامی اور مخالف علما کی آرا کا تقابلی جائزہ:

فقہاء نے ضرائب ونوائب یعنی ہنگامی ٹیکسوں کی دو اقسام بیان کی ہیں:۱۔ایسے محاصل جو مصلحت عامہ کی خاطر جائز طور پر عائد کئے جاتے ہیں۔۲۔وہ محاصل جو ظالم حکمرانوں نے اپنے ذاتی مفاد کے لئے عائد کئے ہوں، اور جن سے مفاد عامہ وابستہ نہ ہو۔

ان محاصل میں بعض توقتی اور ہنگامی طور پر عائد کئے جاتے ہیں اور بعض دوامی ہوتے ہیں۔غرض ایسے محاصل جو مصلحت عامہ کی خاطر جائز طور پر عائد کئے جائیں ان کے متعلق فقہائے کرام کی یہ رائے ہے کہ ان کی ادائیگی ملک کے باشندوں پر فرض ہے۔لیکن ایسے جدید محاصل جن سے عام مفاد وابستہ نہ ہو کے ادا کرنے میں فقہا کا اختلاف ہے۔صاحب ہدایہ لکھتے ہیں:اگر نوائب سے مراد ہمارے زمانے کی طرح کے محاصل ہیں تو اس میں فقہاء کا اختلاف ہے اور منجملہ ان فقہا کے جو ان کے جواز کے قائل ہیں ان میں فخر الاسلام علی بزدوی بھی شامل ہیں۔امام علی بزدوی کی رائے یہ ہے کہ اگر سرکاری مطالبہ موجود ہو تو اس کی کفالت صحیح ہو جاتی ہے، خواہ مطالبہ حق ہو یا باطل۔(۶۲)

ماوردی نے جدید ٹیکسوں کے ضمن میں یہ رائے قائم کی ہے کہ حکمران ٹیکسوں کی وصولی میں رعایا کے ساتھ ظلم نہ کریں۔اور رعایا جائز اور مفاد عامہ کی خاطر لگائے گئے ٹیکسوں میں حکمرانوں کے ساتھ تعاون کریں، آپ نے نہایت بلیغ جملہ کہا ہے:

لان الزیادۃظلم فی حقوق الرعیۃ والنقصان ظلم فی حقوق بیت المال. (۶۳)

''کیونکہ زیادتی رعایا کے حقوق پر ظلم کرنا ہے اور کمی بیت المال پر ظلم ہے۔''

ہنگامی ٹیکسوں کی ضرورت تین مقاصد کے لئے پیدا ہوسکتی ہے: اولاً یہ کہ شرعی محاصل سے حاصل ہونے والی آمدنی ریاست کے بنیادی فرائض: دفاع، جہاد، تعلیم وتربیت، دعوت اسلام، قیام عدل اور کفالت عامہ کے لئے ناکافی ہو، ثانیاً اسلامی ریاست کو ملک کی تعمیر وترقی اور اپنے مصارف حکمرانی پورے کرنے کے لئے مزید مال کی ضرورت ہو، ثالثاً معاشرہ کے اندر غیر مساویانہ تقسیم دولت اور عدم توازن کے خاتمہ کرنا ہو۔ (۶۴)

اس سلسلہ میں ابن حزم کا موقف ہے کہ ہر ملک کے مالدار لوگوں پر فرض ہے کہ اپنے غریبوں کی کفالت کریں۔ اگر زکوۃ اور فے کی آمدن ان کے لئے ناکافی ہو تو سلطان ایسا کرنے پر مجبور کرے گا۔ (۶۵) متعدد علما نے یہ فتوی دیا کہ اگر بیت المال خالی ہو تو مزید محاصل عائد کر کے مال جمع کیا جاسکتا ہے ۔اگر بیت المال میں مال موجود ہو تو ایسا کرنا جائز نہیں۔ علمائے اسلام اس پر متفق ہیں کہ جب مسلمانوں پر زکوۃ ادا کر چکنے کے بعد کوئی ضرورت آن پڑے تو اس کے لئے مزید مال صرف کرنا واجب ہے۔ امام مالکؒ نے فرمایا ہے کہ مسلمانوں پر واجب ہے کہ فدیہ ادا کر کے اپنے قیدیوں کو آزاد کرائیں خواہ ان کا سارا مال خرچ ہو جائے۔ (۶۶)

مزید محاصل کن چیزوں پر عائد کئے جائیں؟ اور مزید مال کس طریقے سے مال داروں سے وصول کیا جائے؟ اس ضمن میں شریعت اسلامی نے اس ہدایت کے سوا کہ: ''کسی شخص پر اس کی برداشت سے زیادہ بوجھ نہ ڈالا جائے۔'' ہمیں کسی بات کا پابند نہیں کیا۔ آج کل یہ ٹیکس آمدنی پر، اشیا کی پیداوار یا فروخت پر، اشیا کی درآمد وبرآمد پر، سرمایہ یا جائیداد پر عائد کئے جاتے ہیں۔ اسلامی ریاست عدل وانصاف اور مفاد عامہ کے اصول کو مدنظر رکھ کر ہنگامی حالات میں عارضی طور پر معینہ مدت کے لئے کوئی بھی ٹیکس عائد کرسکتی ہے۔ لیکن یہ ہنگامی ٹیکس اسلامی حکومت اس وقت عائد کرسکتی ہے جب شرعی ٹیکسوں (زکوۃ وعشر) اور حکومت کے پیداواری اور دیگر ذرائع سے اس قدر آمدن نہ ہو جو اس کی جائز فلاحی ضرورت کی کفالت کرسکے، نیز جنگ، قحط، سیلاب اور زلزلہ جیسے ہنگامی حالات میں حکومت

اغنیا سے مزید ٹیکس وصول کرکے اپنی دفاعی اور کفالت عامہ کی ضرورت پوری کرسکتی ہے۔(۶۷)

خلاصہ بحث:

ٹیکس کی شرعی حیثیت اور زکوۃ کے علاوہ دیگر ٹیکسوں کے جواز وعدم جواز کے حوالے سے علما کے حامی ومخالف ہردوگروہوں کے دلائل کے مطالعہ سے یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ اسلامی ریاست ضرورت کے تحت زکوۃ عشر کے علاوہ بھی ٹیکس عائد کرسکتی ہے۔لیکن اس کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس ضمن میں اسلامی اخلاقیات کا دامن ہاتھ سے نہ جانے دے۔اسلام اس بات کو قطعا پسند نہیں کرتا کہ حکمران رعایا پر کوئی ناجائز ٹیکس عائد کریں یا ان سے ان کی استطاعت سے زیادہ ادائیگی کا مطالبہ کریں۔یوں اگر دقت نظر سے کام لیں تو ٹیکس کے حامی اور مخالفین کی آراء کو باہم تطبیق دی جاسکتی ہے۔مخالفین کی رائے اس اعتبار سے باوزن ٹھہرتی ہے کہ زکوۃ وعشر کو اگران کی صحیح روح کے مطابق نافذ کردیا جائے تو دیگر ٹیکسوں کی ضرورت بہت ہی کم رہ جائے۔اور حامیین بھی اس بات کو سخت ناپسند کرتے ہیں کہ حکمران ٹیکس کے جواز کو بہانہ بناکر اپنی عیاشیوں کے لیے عوام الناس کا خون چوسیں۔جدید اسلامی ریاست میں ٹیکسیشن کے حوالے سے قابل لحاظ چیزیں یہ ہیں: کوشش کی جائے کہ زکوۃ وعشر کا نظام اس طرح سے نافذ العمل ہو کہ حکومت کے تمام اخراجات اس سے پورے ہوجائیں اور عوام الناس دیگر ٹیکسوں کی ادائیگی کی شدید معاشی پریشانی سے بچ جائیں۔اگر کوئی واقعی صورت درپیش ہو تو دیگر ٹیکس عائد کیے جائیں، لیکن ان کا نفاذ امرا اور صاحب حیثیت لوگوں پر ہو اور غربا و مساکین کو اس سے مستثنی رکھا جائے۔ٹیکس وصولی پر دیانت دار لوگوں کا تعین ہو اور انہیں وصولیوں کے ضمن میں وسیع اختیارات سونپے جائیں تاکہ جس پر ٹیکس عائد ہو اس سے ادائیگی کو سو فیصد یقینی بنایا جائے۔جو لوگ معاشی بدحالی یا قحط سالی وغیرہ کا شکار ہوجائیں، انہیں ٹیکسوں میں چھوٹ دی جائے۔جو اشیا عوام الناس اور غریب لوگ استعمال کرتے ہوں ان پر ٹیکس عائد نہ کیا جائے، اس کے برعکس جو چیزیں امرا استعمال کرتے ہیں ان پر ٹیکس عائد بھی کیا جائے اور اس کی وصولی میں کوئی رورعایت بھی نہ برتی جائے۔